

ہستی اپنی حباب کی سی ہے (میر تقی میر) (بورڈ 2017ء)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سَراب	نظر کا دھوکا	پشیم دل	دل کی آنکھ/ بصیرت
آتشِ غم	غم کی آگ	لَب	ہونٹ
اضطراب	بے چینی، بے قراری	دَر	دروازہ
اوقات	حیثیت، بساط	حباب	پانی کا بلبل
خانہ خراب	برباد، اجڑا ہوا/ جس کا گھر برباد ہو جائے	ہستی	زندگی
شَراب	مے، بے خود کر دینے والا نشہ آور محلول	نیم باز	آدھی کھلی ہوئی

شعر نمبر 1:

ہستی اپنی حباب کی سی ہے یہ نمائش سراب کی سی ہے

تشریح:

ہماری زندگی پانی کے بلبل کی مانند ہے۔ اس زندگی کا اظہار بصری دھوکا ہے زیر نظر شعر کی تشریح میں دونوں نکات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

i- زندگی ناپائیدار اور عارضی ہے۔ ii- زندگی کی حقیقت بصری دھوکے کی مانند ہے۔

جہاں تک زندگی کے ناپائیدار اور عارضی ہونے کا تعلق ہے تو ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ ماضی میں تھے۔ وہ اب موجود نہیں ہیں۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کئی لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مذہب اسلام بھی ہمیں یہی بتاتا ہے کہ

ترجمہ: ہر شے فانی ہے، ”ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے“

زندگی کا فانی ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ جو بھی انسان اس دنیا میں آیا ہے آخر کار اس نے یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ ہر شخص نے اپنے مقررہ وقت پر موت سے ہم کنار ہو جانا ہے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

میر تقی میر دنیا کو محض فانی قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اس کی حقیقت پر بھی تبصرہ کرتے ہیں کہ اس کی مثال ”سراب“ کی سی ہے۔ سراب اس بصری دھوکے کو کہا جاتا ہے۔ جس کا مشاہدہ اور تجربہ صحرا اور ریگستان میں چلنے والوں کو عام طور پر ہوتا ہے۔ سورج کی روشنی میں ریت یوں چمکتی ہے کہ دیکھنے والوں کو یہ گمان گزرتا ہے کہ ریت نہیں پانی چمک رہا ہے۔ صوفیائے کرام اس دنیا کو غیر حقیقی مانتے ہیں اور زندگی کے اس رخ کو ظاہر کرنے کے لئے بھی وہ اسے سراب قرار دیتے ہیں کبھی خواب کبھی وہم و گماں تو کبھی قصہ کہانی۔ میر تقی میر کا ایک شعر ملاحظہ کرتے چلیے :

یہ تو ہم کا کارخانہ ہے

ہاں وہی ہے جو اعتبار کیا

زندگی کو فانی اور غیر حقیقی قرار دے کر شاعر ہمیں بالواسطہ طور پر اس زندگی کے غیر اہم ہونے کا احساس دلاتا ہے کہ اسے ہی سب کچھ نہیں سمجھ لینا چاہیے یہ تو ختم ہونے والی ہے۔ اس کی حیثیت تو ایک بھری دھوکے سے زیادہ نہیں۔ جیتے جی اس حقیقت کو جان لینا ضروری ہے کیونکہ انسان جس چیز کو جتنا پائیدار سمجھتا ہے اسے اتنی ہی اہمیت دیتا ہے۔ زندگی کو ابدی سمجھ کر اس سے دل لگانا مناسب نہیں نہ ہی یہ کہ انسان اس کے دھوکے میں آ کر اپنی تخلیق کے مقصد کو بھول جائے اور جب زندگی ختم ہونے لگے تو پھر اس پر حقیقت روشن ہو جب سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہو۔

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

شعر نمبر 2:

(بورڈ 2017ء) (بورڈ 2015-16ء)

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے پگھڑی اک گلاب کی سی ہے

تشریح:

محبوب کے ہونٹ پھول کی پتیوں کی طرح نازک ہیں۔ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس میں اسے کوئی کمی کوئی خامی یا کوئی نقص نظر نہیں آتا۔ اس کی ہر بات اسے اچھی لگتی ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری ہر چیز کم تر محسوس ہوتی ہے۔ میر تقی میر کا موقف ہے کہ محبوب کے ہونٹ بہت حسین ہیں۔ گلاب کا پھول اپنی رنگت اپنی خوشبو اور اس کی پتیاں اپنی نزاکت کے حوالے سے دیکھنے والوں کے دل لہا لیتا ہے لیکن ہمارا محبوب اس سے کہیں بہتر ہے۔

تو نے دیکھی ہے وہ پیشانی وہ رخسار وہ ہونٹ
زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے

محبت کرنے والوں کے لیے تو ہر خوبصورتی محبوب کے دم سے موجود ہوتی ہے ان کے لیے حسن کا مرکزی استعارہ محبوب کی ذات ہوتی ہے۔

رنگ و خوشبو کے حسن و خوبی کے
تم سے تھے جتنے استعارے تھے

میر تقی میر کے موقف کے مطابق محبوب کے ہونٹ گلاب کے پھول کی پتیوں کی طرح نازک ہیں۔ تشبیہ کا استعمال کر کے میر تقی میر انسانی حسن کو فطرت کے حسن کے ساتھ ہم آہنگ کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے انفرادی مشاہدے اور احساس کو اجتماعی مشاہدے سے ملا دیتے ہیں۔ گلاب کا پھول سب لوگوں کے سامنے ہوتا ہے ہر شخص اپنے محبوب کو دیکھتا ہے لیکن دونوں میں تشبیہ کے ذریعے حسن کی کسی صفت کو بیان کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں اس کے لیے اعلیٰ تخیل کی ضرورت ہوتی ہے میر تقی میر کو یہ نعمت حاصل ہے اور وہ محبوب کے ہونٹوں اور گلاب کی پتیوں میں نزاکت کی مشترک صفت کو واضح کر دیتے ہیں۔

شعر نمبر 3:

(بورڈ 2016ء)

جہم دل کھول اُس بھی عالم پر یاں کی اوقات خواب کی سی ہے

تشریح:

اپنے دل کی آنکھ سے دوسری دنیا کو دیکھو کیوں کہ اس دنیا کی حقیقت تو خواب و خیال سے زیادہ نہیں ہے۔

کسی بھی چیز کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے انسان اپنی بصارت سے چیزوں کو دیکھ تو سکتا ہے لیکن اسے سمجھنے کے لیے بصیرت چاہیے ہوتی ہے۔ میر تقی میر اسی بصیرت کی ضرورت اور اہمیت واضح کرتے ہیں۔

چشم بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

مذہب بار بار ہمارے سامنے یہ حقیقت رکھتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے ناپائیدار ہے ختم ہو جانے والی ہے۔ حیات جاوداں موت کے بعد کی زندگی ہے۔ یہ دنیا جس میں ہم جی رہے ہیں یہ تو خواب کی مانند ہے۔ قرآن مجید اسے کھیل تماشا قرار دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔
”اس دنیا کی مثال کھیل تماشے کی مانند ہے۔“

انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ جس مقام پر وہ موجود ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ یہ نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور بعد میں پچھتانا پڑے۔

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ انسان عارضی اور ناپائیدار چیز پر اس شے کو اہمیت دے جو پائیدار ہو جس نے ہمیشہ رہنا ہو۔ میر تقی میر جب اس زندگی کی ناپائیداری اور اس کے غیر حقیقی ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ ہمیں زندگی کے مقصد کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ سوچو اس دنیا سے رخصت ہو کر جس دنیا میں تم نے جانا ہے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے۔

عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں
نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے

شعر نمبر 4:

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

تشریح:

بے چینی و بے تابی مجھے بار بار محبوب کے دروازے پر لے آتی ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ انسان کو جو چیز اچھی لگتی ہے جس سے انسان کو محبت ہوتی ہے انسان اسے اپنی نظروں کے سامنے دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اللہ کی ذات ہو تو انسان اسے دیکھنا چاہتا ہے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آلباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں
انسان کو اگر اپنے جیسے کسی انسان سے محبت ہو تو تب بھی انسان یہی چاہتا ہے کہ وہ محبوب کی محفل میں موجود رہے۔
ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

اگر ایسا ممکن نہ ہو تو انسان بے چین ہو جاتا ہے۔ وہ محبوب کی بارگاہ میں باریابی کی کوشش کرتا۔ اگر وہاں پہنچنا ممکن نہ ہو، یا کسی وجہ سے محبوب اسے اپنی محفل میں نہ آنے دے۔

نکلتا خُلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

میر تقی میر کا موقف یہ ہے کہ ہم محبوب کی محفل میں موجود نہیں لیکن بے چینی اور بے قراری کا یہ عالم ہے کہ بار بار اس کے دروازے پر پہنچ جاتے ہیں۔ بار بار جانا اس امر کی دلیل ہے کہ محبت کرنے والے کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی بلکہ اسے ناکام واپس پلٹنا پڑتا ہے اسی لیے تو وہ بار بار محبوب کے دروازے پر جا پہنچتا ہے۔ عام طور پر انسان کو جہاں اہمیت نہ ملے جہاں اسے نظر انداز کر دیا جائے وہ وہاں جانے سے گریز کرتا ہے۔ اس کی عزت نفس اسے اجازت نہیں دیتی کہ وہ بار بار وہاں جائے لیکن محبت کے معاملات دنیا کے دوسرے معاملات سے الگ ہوتے ہیں یہاں محبوب جو برتاؤ چاہے کرے محبت کرنے والے ہمیشہ تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

شعر نمبر 5:

میں جو بولا، کہا کہ یہ آواز اسی خانہ خراب کی سی ہے

تشریح:

میری آواز سن کر محبوب کہنے لگا کہ یہ آواز تو اسی خانہ برباد کی ہے گویا محبوب کو نہ صرف ہماری آواز کی پہچان ہے بلکہ اسے ہمارے حالات سے بھی آگاہی ہے اسے معلوم ہے کہ اس کی محبت میں ہمارا گھر خراب ہوا ہے۔ محبت میں محبوب تک اپنے دل کی بات پہنچانا آسان نہیں ہوتا۔

دل کی بات لبوں پر لا کر اب تک ہم دکھ سہتے ہیں
ہم نے سنا تھا اس بستی میں دل والے بھی رہتے ہیں

اگر دکھ اٹھانے کے بعد بھی محبت کرنے والے کو محبوب مل جائے تو وہ اسے بہت بڑی کامیابی سمجھے لیکن ہوتا یہ ہے کہ محبوب محبت کرنے والوں کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کرنے کے بجائے بے رخی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کبھی کبھی بات ظلم و ستم تک جا پہنچتی ہے۔

آئینہ سوچ میں ہے کون سا منظر دیکھے
تجھ کو دیکھے کہ ترے ہاتھ کا پتھر دیکھے

میر تقی میر کا موقف یہ ہے کہ جب محبوب کے کان میں میرے بولنے کی آواز پڑی تو اس نے نہ صرف شناسائی کا اظہار کیا بلکہ ہمارے حالات پر تبصرہ بھی کر دیا کہ یہ آواز اسی خانہ خراب کی لگتی ہے۔ یہ احساس بھی اپنی جگہ بڑا ہی اطمینان بخش ہے کہ محبت کرنے والے کو اس کا محبوب جانتا ہو۔ تشریح طلب شعر کا ایک طنز یہ پہلو بھی ممکن ہے ”خانہ خراب“ کہہ کر طنز کیا گیا ہو۔ ایک طرح سے برا کہا گیا ہو۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو پھر مراد یہ ہوگی کہ ہماری آواز بھی محبوب کے لیے پسندیدہ نہیں۔ آواز سن کر وہ ہمیں برا بھلا کہتا ہے۔ بات وہی ہے کہ محبوب محبت کرنے والوں سے بے رخی اور بے مروتی برتتا ہے۔

شعر نمبر 6:

آتشِ غم میں دل بھٹنا شاید دیر سے بُکباب کی سی ہے

مفہوم: محبوب کی جدائی کے غم کی آگ اتنی شدید ہے کہ میرا دل ہی جل گیا ہے کیوں کہ کافی دیر سے مجھے کباب بھننے کی بو آرہی ہے۔

تشریح:

غم گویا جلتی ہوئی آگ ہے جس میں دل کے بھننے (جلنے) کی بو کباب کی مانند آرہی ہے۔

محبت کا جذبہ انسانی جذبات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے یہی جذبہ افراد کو ایک دوسرے کے قریب رکھتا ہے لیکن محبت کے روایتی تصور میں محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کے دل میں جب بھی بیدار ہوتا ہے تو ساری دنیا دشمن ہو جاتی ہے۔

جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے
سنگ ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے

میر تقی میر کے ہاں بھی عشق و محبت اختیار کر کے انسان کو دنیا بھر کے دکھ چھیلنے پڑتے ہیں۔ اس کے لیے جینا مشکل ہو جاتا ہے میر تقی کا شعر ملاحظہ کیجئے۔

شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر
اس سے ہوتے نہ ہم دو چار اے کاش

تشریح: طلب شعر میں میر تقی میر غم کی سنگینی کو بیان کرتے ہیں کہ غم کی آگ دل کو یوں ہی جلا رہی ہے جیسے آگ کے انگارے کباب کو بھون کر رکھ دیتے ہیں۔

غم انسانی شخصیت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے سب کوئی بھی ہو محبوب کی بے رخی ہو یا زمانے کی دشمنی۔ غم انسان سے جینے کا لطف چھین لیتا ہے۔ میر تقی میر کی زندگی غموں سے عبارت رہی تھی، در بدری، غربت و افلاس، ہجرت پھر انھوں نے ایسا زمانہ پایا جب ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ اس میں محبت کا غم بھی شامل ہو گیا تو گویا زندگی اور غم ہم معنی ہو گئے اور غموں کی شدت ایسی جیسے جلتی ہوئی آگ جس نے دل کو جلا کر راکھ کر ڈالا اور اُس میں کباب کی مانند جلنے کی بو آ رہی ہے۔

دینی ہے شگسگی دل کی
کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

شعر نمبر 7:

میر ان نیم باز آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی ہے

تشریح:

محبوب کی آنکھوں میں نشے کی وہی کیفیت ہے جو شراب میں ہوتی ہے۔ میر محبوب کی آنکھوں کی تعریف کرتے ہیں مشرقی شاعری میں محبوب کی آنکھوں کو شراب دے خانے سے تشبیہ دی جاتی ہے کہ محبت کرنے والے جب محبوب کی آنکھوں کو دیکھتے ہیں تو ان پر نشے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

تیرے جیسی آنکھوں والے جب ساحل پہ جاتے ہیں
لہریں شور مچاتی ہیں لو آج سمندر ڈوب گیا

محبوب کی آنکھوں میں ہر شے ڈوبتی ہوئی محسوس ہوتی ہے انسان کو مے خانے اور محبوب کی آنکھوں میں نشے کی کیفیت مشترک نظر آتی ہے۔

تم یونہی ناراض ہوئے ہو ورنہ مے خانے کا پتہ
ہم نے ہر اس شخص سے پوچھا جس کے نین نیشے تھے

میر تقی میر کا موقف یہ ہے کہ جس طرح شراب کا نشہ جب طاری ہوتا ہے تو انسان کے لیے آنکھیں مکمل طور پر کھلی رکھنا آسان نہیں ہوتا۔ اس کی آنکھیں آدھی کھلی اور آدھی بند ہوتی ہیں۔ محبوب کی آنکھیں نزاکت کی وجہ سے ایسی لگتی ہیں اور دیکھنے والے پر بھی ان کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ میر تقی میر کے یہاں ”آنکھ“ کا ذکر ایک علامت کے طور پر ہوتا ہے جو مشاہدہ آنسو بہانے اور حسن کے حوالے سے اہمیت رکھتا ہے۔

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

شراب کا نشہ انسان کو اپنے آپ سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح محبت کرنے والا جب محبوب کی آنکھوں میں دیکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بھول بیٹھتا ہے۔

مشق

۱۔ مختصر جواب دیں۔

(الف) اس غزل میں ردیف کون سے الفاظ ہیں؟

جواب: اس غزل میں ردیف ”کی سی ہے“ ہے۔

(ب) اس غزل میں استعمال ہونے والے کوئی سے چار قافیوں کی نشاندہی کریں۔

جواب: حباب، سراب، خواب، کباب

(ج) دوسرے شعر میں ہونٹوں کو کس سے تشبیہ دی گئی ہے؟

جواب: ہونٹوں کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(د) میر نے نیم باز آنکھوں کی مستی کو کیا قرار دیا ہے؟

جواب: میر نے نیم باز آنکھوں کی مستی کو شراب کی مستی قرار دیا ہے۔

(بورڈ 2016ء)

(ه) شاعر ”اضطراب“ کی حالت میں کیا کرتا ہے؟

(بورڈ 2015-16ء)

جواب: شاعر اضطراب کی حالت میں بار بار محبوب کے در پر جاتا ہے۔

۲۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیں اور جملوں میں استعمال کریں۔

ہستی، حباب، سراب، اوقات، اضطراب، خانہ خراب، نیم باز، مستی

نمبر شمار	لفظ	معانی	جملہ
1	ہستی	زندگی	انسانی ہستی ناپائیدار ہے۔
2	حباب	پانی کا بلبہ	ہماری زندگی حباب کی مانند ہے۔
3	سراب	بڑا دھوکا	دنیا کی رونق محض ایک سراب ہے۔
4	اوقات	حیثیت	انسان کو ہمیشہ اپنی اوقات کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔
5	اضطراب	پریشانی، بے چینی	عاشق حالت اضطراب میں محبوب کے در کے چکر لگاتا ہے۔
6	خانہ خراب	تباہ حال	یہ آہ وزاری تو کسی خانہ خراب عاشق کی لگتی ہے۔

7	نیم باز	ادھ کھلی	نہند کے خمار سے اس کی آنکھیں نیم باز ہیں۔
8	مستی	مدھوشی	شرابی مستی میں جھوم رہا ہے۔

۳۔ کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	جواب
ہستی	خانہ خراب	حباب
نمائش	شراب	سراب
پگھڑی	گلاب	گلاب
آنکھیں	نیم باز	نیم باز
حالت	کباب	اضطراب
دل	حباب	کباب
مستی	سراب	شراب
آواز	اضطراب	خانہ خراب

۴۔ درج ذیل مرکبات، مرکب کی کون سی قسم ہیں؟ چشمِ دل، اُس کے لب، آتشِ غم، اُس کا در

جواب: تمام مرکبات ”مرکب اضافی“ ہیں۔

۵۔ اس غزل کے مطلع اور مقطع کی نشاندہی کریں۔

جواب: مطلع: ہستی اپنی حباب کی سی ہے

مقطع: میر ان نیم سراب کی سی ہے

ساری ساری مستی شراب کی سی ہے

۶۔ مذکورہ مومنٹ الگ الگ کریں۔

ہستی، حباب، نمائش، سراب، لب، یو، کباب، مستی، شراب

مذکر	حباب	سراب	لب	کباب	شراب
مومنٹ	ہستی	نمائش	یو	مستی	

۷۔ اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں۔

حباب، سراب، نمائش، چشمِ دل، عالم، اضطراب، آتشِ غم، نیم باز

جواب: حَبَابُ سَرَابُ نُمَائِشُ جَشْمِ دِلْ عَالَمُ

اضْطِرَابُ آتِشِ غَمِ نِیمِ بَازُ

۸۔ متن کے مطابق درست لفظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں۔

- (الف) ناز کی اس کے لب کی کیا کہیے
(ب) پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
(ج) ہستی اپنی حباب کی سی ہے
(د) بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں

کثیر الانتخابی سوالات:

- 1۔ میر تقی میر کا تخلص ہے۔
(A) متقی (B) میر (C) تقی (D) امان اللہ
- 2۔ میر تقی میر کے والد کا نام تھا۔
(A) میر علی متقی (B) میر علی خاص (C) خاص علی میر (D) امیر علی
- 3۔ میر تقی میر 1723ء میں پیدا ہوئے۔
(A) بمبئی میں (B) دہلی میں (C) آگرہ میں (D) کلکتہ میں
- 4۔ میر تقی میر نے ابتدائی تعلیم کن سے حاصل کی؟
(A) امیر علی سید (B) سید امیر علی (C) سید عثمان اللہ (D) سید امان اللہ
- 5۔ میر تقی میر فوت ہوئے۔
(A) 1805ء (B) 1807ء (C) 1809ء (D) 1810ء
- 6۔ میر علی متقی کے منہ بولے بھائی تھے۔
(A) سید امیر علی (B) سید امان اللہ (C) امیر علی سید (D) سید عثمان اللہ
- 7۔ میر تقی میر تلاش معاش کے لیے کون سے شہر آئے؟
(A) دلی (B) بمبئی (C) کلکتہ (D) آگرہ
- 8۔ میر تقی میر نے تلاش معاش کے لیے کون سا شہر چھوڑا؟
(A) امرتسر (B) بمبئی (C) دہلی (D) آگرہ
- 9۔ میر تقی میر نے کس کے ہاں ملازمت کی؟
(A) گورے (B) نواب (C) امیر (D) پنجابی
- 10۔ میر تقی میر جس نواب کے گھر ملازم ہوئے وہ کس طرح مارے گئے؟
(A) نادر شاہ کے حملے میں (B) پورس کے حملے میں (C) جنگ میں (D) غدر میں
- 11۔ میر کو کہا جاتا ہے۔
(A) بلند مرتبت (B) اعلیٰ شاعر (C) خدائے سخن (D) خدائے سخن
- 12۔ میر تقی میر کی پہچان ہے۔
(A) نظم (B) غزل گوئی (C) مرثیہ (D) قصیدہ

- 13- میر تقی میر بلاشبہ غزل کے ہیں۔
(A) مالک (B) بادشاہ (C) مشتاق (D) مداح
- 14- بابائے اردو کسے کہا جاتا ہے؟
(A) مولوی عبدالحق کو (B) مرزا غالب کو (C) غلام عباس کو (D) آتش کو
- 15- مولوی عبدالحق نے میر تقی میر کو کیا قرار دیا؟
(A) بادشاہ (B) شعرائے اردو (C) مالک (D) سرتاج شعرائے اردو
- 16- ہستی اپنی کی سی ہے:
(A) حباب (B) شباب (C) گلاب (D) مہتاب
- 17- یہ نمائش کی سی ہے:
(A) خواب (B) سراب (C) خراب (D) کباب
- 18- ناز کی اس کے _____ کی کیا کہیے۔
(A) عارضی (B) بال (C) لب (D) چشم
- 19- پگھڑی اک کی سی ہے:
(A) گلاب (B) سراب (C) شباب (D) کباب
- 20- چشم دل کھول اس بھی پر:
(A) دنیا (B) آخرت (C) عالم (D) حالت
- 21- یاں کی خواب کی سی ہے:
(A) بساط (B) حیثیت (C) اوقات (D) حقیقت
- 22- اس کے در پہ جاتا ہوں:
(A) بار بار (B) سوار (C) کئی بار (D) ہزار بار
- 23- اب اضطراب کی سی ہے:
(A) کیفیت (B) حالت (C) حقیقت (D) طبیعت
- 24- آواز اسی کی سی ہے:
(A) محبوب (B) محبت (C) خانہ خراب (D) بے تاب
- 25- میں جو بولا، کہا کہ یہ:
(A) آواز (B) صورت (C) محبت (D) لباس
- 26- میں دل بھنا شاید:
(A) غم دل (B) سوز دروں (C) رنج و الم (D) آتش غم
- 27- دیر سے ہو کی سی ہے:
(A) کباب (B) گلاب (C) آب (D) گوشت

28- میران آنکھوں میں:

(A) نشلی (B) نیم باز (C) شربتی (D) شرابی

29- ساری مستی کی سی ہے:

(A) شراب (B) بے خودی (C) محبت (D) برکھارت

جوابات

نمبر شمار	جواب	نمبر شمار	جواب	نمبر شمار	جواب	نمبر شمار	جواب
1	B	2	A	3	C	4	D
5	D	6	B	7	A	8	D
9	B	10	A	11	D	12	B
13	B	14	A	15	D	16	A
17	B	18	C	19	A	20	C
21	C	22	A	23	B	24	C
25	A	26	D	27	A	28	B
29	A						

Free Ilm .Com